33

سورہ فاتحہ اسلام کی بہترین دُعاؤں میں سے ایک دُعا ہے

اگر ہم پورے اخلاص کے ساتھ اسے پڑھتے رہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام دیگر اَدیان پر کھلا کھلا غلبہ عطا کرے گا

(فرمودہ 5 دسمبر 1958ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''سورہ فاتحہ اسلام کی بہترین دُعاؤں میں سے ایک دُعا ہے جس کی قرآن کریم میں خاص طور پر تعریف آئی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک نام سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ 1 بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی سات آیتیں ہیں جو بار بار دُہرائی جاتی ہیں۔ مثانی کے معنے اعلیٰ کے بھی ہوتے ہیں اور مثانی کے معنے وادی کے موڑ کے بھی ہوتے ہیں۔ گویا یہ سورۃ انسان کو خدا کی طرف موڑ کر لے جانے والی ہے اور پھر بار بار دُہرائی بھی جاتی ہے۔ چنانچہ تہجد کو ملا کر روزانہ چھ نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اگر نوافل کو شامل نہ کیا جائے تو صرف ظہر کی نماز میں آٹھ بار سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے کیونکہ دو سنتیں پہلے پڑھی جاتی ہیں، پھر چار فرض پڑھے جاتے ہیں اور پھر دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ گو فرض نماز سے پہلے چار سنتیں بھی پڑھ لی جاتی ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ دو سنتیں ہی پڑھا کرتے تھے۔ پس آٹھ رکعتیں ظہر کی ہوئیں، اس کے بعد عصر کی چار رکعتیں ہیں، مغرب کی پانچ رکعتیں،

عشاء کی چھ رکعتیں اور تین وتر ہیں اور آٹھ رکعتیں نمازِ تہجد کی ہیں۔ یہ کُل چونتیس رکعات بنتی ہیں جن میں سورۃ فاتحہ روزانہ پڑھی جاتی ہے۔ گویا اِس سورۃ کی عظمت اس بات سے ظاہر ہے کہ مسلمان اسے روزانہ چونتیس بار پڑھتا ہے۔

اس سورۃ کی پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ 2 میں ہمیں یہ سبق دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کامل اور ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے۔ وہ کیوں کامل اور ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے؟ اس لیے کہ وہ رب العالمین ہے یعنی سارے جہانوں کا رب ہے۔ اگر وہ صرف مسلمانوں کا رب ہو تو ایک عیسائی اُس کی کیوں تعریف کرے گا؟ ایک یہودی اُس کی کیوں تعریف کرے گا؟ ایک ہندو اور سِکھ اس کی کیوں تعریف کرے گا؟ خدا تعالیٰ کامل اور ہر قسم کی تعریفوں کا اِسی صورت میں مستحق ہوگا جب وہ ہندو، مسلمان، سِکھ، عیسائی، یہودی، بدھ، بہائی اور دوسرے سب مذاہب کے لوگوں پر احسان کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَهٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا 3 یعنی ہم کسی خاص فریق کی مدد نہیں کرتے بلکہ دنیا میں جتنے مذاہب اور اقوام ہیں اُن سب کی مدد کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی مدد کسی صورت میں بھی روکی نہیں جاتی۔ چنانچہ کون شخص ہے جو خدا تعالیٰ کی مدد کو روک سکے؟ ایک مسلمان باوجود اِس کے کہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ یہ دُعا کرے کہ اے اللہ! تُو ہندوؤں کی مدد نہ کر۔ اور اگر وہ کہے بھی تو خدا تعالیٰ اس کی کیوں سنے گا؟ وہ عیسائیوں کو بھی رزق دیتا ہے، وہ ہندوؤں کو بھی رزق دیتا ہے، وہ سِکھوں کو بھی رزق دیتا ہے بلکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں یعنی مکہ اور خیبر کے رہنے والوں کو بھی رزق دیا کرتا تھا، مدینہ کے یہودی بھی آپ کی مخالفت کیا کرتے تھے لیکن وہ اُن کی بھی دنیوی مدد کرتا تھا اور اس امر کی پروا نہیں کرتا تھا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ وہ یہی سمجھتا تھا کہ یہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہوں لیکن میرے بندے ہیں، اگر میں ان کی مدد نہ کروں تو میں رب العالمین نہیں ہوسکتا۔ غرض خدا تعالیٰ ہر ایک کی مدد کرتا رہا ہے، کرتا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا کیونکہ وہ رب العالمین تھا، رب العالمین ہے، اور قیامت تک رب العالمین رہے گا۔ اور جب وہ قیامت تک رب العالمین رہے گا تو قیامت تک جتنے بھی فرقے نکلیں گے وہ اُن کی مدد کرے گا بلکہ وہ

بندوں کے مرنے کے بعد بھی رب العالمین رہے گا کیونکہ وہ موت کے بعد بھی مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں میں سے جو نیک لوگ ہوں گے اُن کو جنت میں لے جائے گا اور اُن کی ربوبیت کرے گا۔

پھر فرماتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔4 خدا ساری تعریفوں کا کیوں مستحق ہے؟ اس لیے کہ وہ رحمان ہے۔ رحمان کے معنٰی ہیں ایسی وسیع مدد کرنے والا جس میں کسی فرقہ بندی کا خیال تک نہ ہو۔ گو یہ لفظ بھی رب العالمین کی تشریح کرتا ہے لیکن اَلرَّحِیْمِ کا لفظ بتاتا ہے کہ یہ مدد ہمیشہ جاری رہے گی کیونکہ رحیم میں لمبائی پائی جاتی ہے اور رحمان میں چوڑائی پائی جاتی ہے۔ گویا رحمان سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ کا قائم مقام ہے اور رحیم سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کا قائم مقام ہے۔ یعنی رحیمیت اگلے جہاں تک بھی ممتد ہے۔

پھر فرماتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ 5 یعنی انجام خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے تاکہ انسان کسی دوسرے پر ناجائز سختی نہ کرے۔ اگر انجام بندہ کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ دشمن کو مار ہی ڈالتا اور اُس پر بالکل رحم نہ کرتا۔ چنانچہ دیکھ لو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو خدا تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے دشمنوں کو معاف کر دو۔ اگر اُس وقت انسانوں کی بات مانی جاتی تو صحابہؓ کہتے سب مکہ والوں کو قتل کر دو مگر خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہم نے تم کو سخت دل نہیں بنایا تم انہیں لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ 6 کہہ کر معاف کر دو۔ جنگ حُنین میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا وہ آپ نے مکہ والوں میں تقسیم کر دیا۔ اِس پر ایک منافق نے کہا کہ آپ نے تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اگر اجازت ہو تو اس کا سر کاٹ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی 7 اور پھر خدا تعالیٰ کے علاوہ دنیا کا بھی تو خیال کرو اگر میں نے اس کو قتل کرا دیا تو لوگ کہیں گے یہ اچھا رسول ہے جو اپنے ساتھیوں کو مارتا پھرتا ہے۔ غرض اگر انجام لوگوں کے اختیار میں ہوتا تو وہ اپنے مخالفین کو مار ڈالتے۔

حضرت ابوبکرؓ کا ایک بیٹا جو بعد میں مسلمان ہوا تھا ابتدا میں وہ مسلمانوں کے خلاف لڑتا رہا۔ جنگ بدر میں وہ کُفّار کی طرف سے جنگ میں شامل ہوا تھا۔ اس نے ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ ایک دفعہ لڑائی کرتے کرتے میرے پاس سے گزرے تھے۔ اُس وقت میں ایک پتھر کی اوٹ میں تھا، اگر میں چاہتا تو آپ کو مار سکتا تھا لیکن مجھے خیال آیا کہ اپنے باپ پر وار نہیں کرنا چاہیے۔

آپ نے فرمایا تیری قسمت اچھی تھی کہ تُو مجھے دکھائی نہ دیا ورنہ خدا کی قسم! اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو میں نے تجھے ضرور مار ڈالنا تھا کیونکہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے والا کبھی پسند نہیں آیا۔ تو دیکھو حضرت ابوبکرؓ جو نہایت رحیم و کریم انسان تھے انہوں نے بھی اپنے بیٹے کے متعلق کسی رحم کے جذبہ کا اظہار نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو ضرور قتل کر دیتا۔

پس اگر مسلمانوں پر چھوڑا جاتا تو وہ مکہ والوں کو کبھی زندہ نہ رہنے دیتے لیکن رب العالمین، رحمان و رحیم خدا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو زندہ رکھو۔ اُس وقت یہ بات مسلمانوں کو بُری لگی۔ چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولید جس دروازہ سے مکہ میں داخل ہوئے اُس طرف بعض مشرک اُن کے سامنے آ گئے اور آپ نے اُنہیں قتل کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے سخت بُرا منایا اور فرمایا میں نے تو حکم دیا تھا کہ شہر میں گھستے ہوئے کسی کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔ خالد بن ولید نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! یہ لوگ ہمارا راستہ روک کر کھڑے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کس نے حکم دیا تھا کہ راستہ روکنے والوں کو مار ڈالو؟ جب میں نے حکم دیا تھا کہ کسی کو نہیں مارنا تو تم نے انہیں کیوں مارا؟ 8 پھر آخری فیصلہ جب خدا تعالیٰ نے آپ سے کرایا تو یہی کرایا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ یعنی تمہیں کوئی سزا نہیں ملے گی۔ جاؤ تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔ 9

ابوسفیان جس نے ساری عمر آپ کی مخالفت کی اس کی بیٹی حضرت اُمِّ حبیبہؓ سے آپ نے شادی کر لی تھی۔ ایک دفعہ آپ گھر پر تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت اُمِّ حبیبہؓ نے اپنے چھوٹے بھائی معاویہؓ کا سر اپنی ران پر رکھا ہوا ہے اور اُن سے پیار کر رہی ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر وہ شرما گئیں اور خیال کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہیں بُرا نہ منائیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاویہ تمہیں پیارا لگتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! آپ نے فرمایا میں بھی اس سے پیار کرتا ہوں حالانکہ وہ آپ کے شدید ترین دشمن ابوسفیان کا بیٹا تھا جس نے اُحد کے موقع پر آپ کو زخمی کرایا تھا۔ خَود کا کیل آپؐ کے سر میں گڑ گیا تھا اور آپ کے بعض دانت بھی ٹوٹ گئے تھے۔ 10

پھر ابوجہل آپ کا کتنا شدید دشمن تھا؟ ابوجہل کے خلاف مسلمانوں میں اِس قدر جوش تھا کہ

حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر دو پندرہ پندرہ سالہ انصاری لڑکے میرے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ میں لڑائی کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ ایک لڑکے نے مجھے کُہنی ماری اور کہا چچا! مجھے بتاؤ ابوجہل کون ہے؟ میں نے سنا ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا دکھ دیا کرتا تھا، میں چاہتا ہوں کہ آج اُسے قتل کروں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ فرماتے ہیں میں نے ابھی اُسے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ مجھے دوسرے لڑکے نے کُہنی ماری اور کہا چچا! ابوجہل کون ہے؟ میں نے سنا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دکھ دیا کرتا تھا، آج میں اُسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ فرماتے ہیں یہ دونوں لڑکے پندرہ پندرہ سال کے تھے اور میں بڑا تجربہ کار جرنیل تھا لیکن میرے وہم میں بھی نہیں آتا تھا کہ میں ابوجہل کو قتل کروں گا۔ میں نے انگلی سے اشارہ کیا اور کہا وہ ابوجہل ہے جس کے سامنے دو جرنیل ننگی تلواروں سے پہرہ دے رہے ہیں۔ میرا اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ وہ دونوں لڑکے باز کی طرح جھپٹا مار کر گئے اور ابوجہل تک جا پہنچے۔ ابوجہل کے آگے دو جرنیل تھے جن میں سے ایک اُس کا اپنا بیٹا عکرمہ تھا انہوں نے اُن لڑکوں پر حملہ کیا جس کی وجہ سے ایک لڑکے کا بازو کٹ کر جسم کے ساتھ لٹک گیا۔ اِس پر اُس لڑکے نے کٹے ہوئے بازو پر گُھٹنا رکھ کر زور سے اُسے جھٹکا دے کر جسم سے علیحدہ کر دیا اور خود ابوجہل پر جا کُودا اور اُسے زخمی کر کے نیچے گرا دیا۔11

تو دیکھو مسلمانوں میں ابوجہل کے متعلق کتنا جوش تھا مگر رب العالمین خدا کا یہ حال تھا کہ اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا کہ آپ کے لیے جنت سے انگوروں کا ایک خوشہ آیا ہے، اس کے بعد ایک اَور خوشہ لایا گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ خوشہ کس کے لیے ہے؟ فرشتہ نے کہا ابوجہل کے لیے ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں یہ سن کر کانپ گیا کہ کیا خدا تعالیٰ کا رسول بھی جنت میں جائے گا اور اس کا شدید ترین دشمن ابوجہل بھی جنت میں جائے گا؟ یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ لیکن جب عکرمہ مسلمان ہوئے تو آپ نے فرمایا اب میں سمجھا کہ اس خواب کی یہی تعبیر تھی۔12 گویا اللہ تعالیٰ نے ایک طرف تو ابوجہل کو سزا دی اور دوسری طرف اُس پر یہ احسان کیا کہ اُس کے بیٹے عکرمہ کو مسلمان بنا دیا جس نے اسلام کی خاطر بڑی بھاری قربانیاں کیں۔ اس کی قربانیوں کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے لیکن وہ مسلمانوں میں بہت مقبول اور

مکرّم و معزّز ہوا اور روم کے مقابلہ میں ایک جنگ میں اُس نے ایسا نمونہ دکھایا کہ وہ دوسرے صحابہؓ کو پانی پلانے کی خاطر خود پیاسا مر گیا۔13 تو دیکھو یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے۔ خواب بھی خدا تعالیٰ ہی دکھاتا ہے انسان خود بخود تو نہیں دیکھ سکتا۔

مجھے یاد ہے لالہ شرمپت رائے ایک آریہ تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے دوستوں میں سے تھے۔ انہیں ایک زخم آ گیا۔ قادیان میں ایک نومسلم ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب تھے جو علاج معالجہ کرتے تھے۔ لالہ شرمپت بھی اُنہی سے علاج کرواتے رہے جس کی وجہ سے انہیں افاقہ بھی ہوا مگر بعد میں انہوں نے علاج کرانا ترک کر دیا۔ اِس پر ڈاکٹر صاحب کو خدا تعالیٰ نے خواب دکھائی کہ لالہ شرمپت کے پاس فیس کے لیے روپیہ نہیں اِس لیے وہ آتے ہوئے شرماتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے لالہ شرمپت کو بلایا اور کہا آپ مجھ سے باقاعدہ علاج کرائیں۔ میں آپ سے کوئی فیس نہیں لوں گا۔ چنانچہ انہوں نے پھر علاج کرانا شروع کر دیا اور اس کے نتیجہ میں وہ زخم بالکل درست ہو گیا۔ تو دیکھو یہ خواب خدا تعالیٰ نے ہی دکھائی تھی۔ لالہ شرمپت آریہ تھا لیکن رب العالمین خدا کے نزدیک ایک آریہ بھی ویسا ہی اُس کا بندہ ہے جیسے ایک مسلمان۔ اُس نے خواب میں ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو بتا دیا کہ لالہ شرمپت سے فیس نہ لینا۔

پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھیوں کو تنگ کرنے کے لیے مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین نے مسجد مبارک کے دروازہ کے سامنے دیوار کھنچوائی تو عدالت میں کئی سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ آخر اس مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور مقدّمہ کے اخراجات جو چار پانچ سو روپیہ کے قریب تھے مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین وغیرہ پر ڈالے گئے۔ جب ان کے خلاف جج نے ڈگری دی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور میں تھے۔ آپ کو رؤیا میں دکھایا گیا کہ مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین مالی لحاظ سے بہت تنگ حالت میں ہیں۔ آپ نے فوراً ایک آدمی گورداسپور سے قادیان بھجوایا اور اُن سے کہا کہ میں تم سے روپیہ نہیں لوں گا۔

اب دیکھو! یہ سب کچھ رب العالمین خدا نے ہی کیا تھا۔ ان لوگوں نے ساری عمر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظلم کیے اور ان میں سے ایک تو اتنا کٹر دہریہ تھا کہ حضرت خلیفہ اوّل سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ مرزا امام الدین کے پیٹ میں درد ہوئی تو انہوں نے مجھے بلوایا۔ میں جب

گیا تو وہ کمرے میں لوٹ پوٹ رہے تھے اور کہہ رہے تھے ہائے امّاں! ہائے امّاں! میں نے کہا مرزا صاحب! آپ بوڑھے ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک آپ امّاں امّاں ہی کہتے ہیں خدا کو نہیں پکارتے؟ کہنے لگا ماں کو تو میں نے دیکھا ہے اور اُس کی مہربانیوں کو بھی دیکھا ہے لیکن خدا تعالیٰ کو میں نے نہیں دیکھا۔ پھر اُس نے کہا مولوی صاحب! میں بچپن سے ہی بڑا سلیم الفطرت تھا۔ جب مسلمان لوگ مسجد میں جاتے اور چُوتڑ اوپر کر کے اور سر نیچے کر کے سجدہ کرتے تو میں اُن پر ہنسا کرتا تھا کہ یہ کیسے بیوقوف لوگ ہیں کہ اتنی عمر کے ہو کر بھی ایسے خدا کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں جو انہیں نظر نہیں آ رہا۔

غرض ان لوگوں کی یہ حالت تھی مگر رب العالمین خدا نے ان کا بھی خیال رکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھایا کہ ان کی حالت خراب ہے انہیں معاف کر دو۔ تو ہمارا خدا رب العالمین خدا ہے۔ وہ ہر ایک کے لیے اپنی ربوبیت کا نمونہ دکھاتا ہے۔ پرانے زمانہ میں بھی وہ رب العالمین تھا اور اِس زمانہ میں بھی وہ رب العالمین ہے اور آئندہ زمانہ میں بھی وہ رب العالمین رہے گا۔

پرانے زمانہ میں ایک بزرگ تھے۔ بغداد کا بادشاہ کہیں سفر پر گیا ہوا تھا۔ وہاں سے اُس نے ایک ہرکارہ بھجوایا کہ انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔ وہ بیچارے بہت گھبرائے اور اُسی وقت خچر یا گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ کی ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے۔ شہر سے کچھ دور گئے تو بارش آ گئی۔ اردگرد کوئی مکان نہیں تھا اچانک انہیں ایک جھونپڑی نظر آئی۔ وہ اُس کی طرف چل پڑے اور وہاں پہنچ کر مکین سے اجازت لے کر اندر چلے گئے۔ جھونپڑی کے مالک نے اُن سے پوچھا آپ کون ہیں؟ اِس بزرگ نے جواب دیا کہ میں فلاں ہوں۔ اُس شخص نے دریافت کیا کہ آپ اِس وقت کدھر جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اِس اِس طرح بادشاہ کی طرف سے پیغام آیا ہے اور میں اُس کی ملاقات کے لیے جا رہا ہوں۔ ویسے میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ جھونپڑی کا مالک ایک اپاہج تھا اور چل پھر نہیں سکتا تھا۔ وہ اُس بزرگ کا جواب سن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا آپ بیشک واپس تشریف لے جائیے آپ کو خدا تعالیٰ بغداد سے یہاں صرف میرے لیے لایا ہے۔ میں کئی سال سے دُعا کر رہا تھا کہ اے خدا! میں تو اپاہج ہوں اور بغداد جا کر اس بزرگ کی زیارت نہیں کر سکتا، تُو مجھے ان کی یہیں زیارت کرا دے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے میری دُعا سن لی اور میری اس دُعا کے نتیجہ میں ہی وہ آپ کو یہاں لے آیا۔ چنانچہ واقع میں ایسا ہی ہوا۔ کچھ دیر کے بعد بادشاہ کا ایک دوسرا ہرکارہ آیا اور اُس نے کہا کہ نام میں غلطی ہو گئی ہے

بادشاہ نے کسی اَور شخص کو طلب کیا تھا مگر غلطی سے آپ کے نام پیغام بھیج دیا گیا۔ آپ بیشک تشریف نہ لائیں۔ تو دیکھو ہمارا خدا رب العالمین ہے۔ اس نے اس اپاہج کے لیے بھی اس بزرگ کی زیارت کا سامان کر دیا اور اس بزرگ کو اس کے پاس لیے گیا۔

پھر اس کے بعد فرماتا ہے اللہ ساری تعریفوں کا اِس لیے مستحق ہے کہ وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بھی ہے اور اس کی تعریف کی یہ علامت ہے کہ جب مومن اس کے عظیم الشان احسانات دیکھتا ہے تو بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ 14 یعنی اے خدا! تیرے اتنے بڑے احسانوں کے ہوتے ہوئے میں کسی اَور کی عبادت نہیں کر سکتا۔ اُس کو یہ بات نظر آجاتی ہے کہ اس احسان کرنے والے خدا کو چھوڑ کر میں بُتوں کے سامنے کیوں جھکوں؟ انہوں نے مجھ پر کونسا احسان کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کے تو مجھ پر بے شمار احسانات ہیں، میرے بیوی بچوں پر احسانات ہیں، میرے ہمسایوں پر احسانات ہیں بلکہ میرے دشمنوں پر بھی اُس کے احسانات ہیں، وہ مجھے اور میرے عزیزوں کو بھی رزق دیتا ہے، میرے دشمنوں کو بھی رزق دیتا ہے اس لیے وہ اس قابل ہے کہ میں اُسی کے آگے جھکوں۔ چنانچہ وہ بے اختیار ہو کر کہہ اُٹھتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ یعنی اے خدا! جب تُو مجھے بِن مانگے دے رہا ہے تو میں کسی اَور سے کیوں مانگوں؟ میں تجھ سے ہی مانگوں گا۔ دوسرا کوئی میری ضرورت کو کیا پورا کرے گا۔ وہ تو مانگوں بھی تو کچھ نہیں دے سکتا اور تُو مجھے بِن مانگے دے رہا ہے۔ اور پھر مجھے ہی نہیں دے رہا بلکہ ان کو بھی دے رہا ہے جو تیرے نبیوں کے دشمن ہیں اور تجھ کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے دیکھو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان عطا فرمائی ہے جس سے وہ اُسے گالیاں بھی دے لیتا ہے مگر وہ اس قانون کو کہ زبان کڑوے کو کڑوا اور میٹھے کو میٹھا چکھے کبھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ گویا خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو انسان کو اپنے قانون کا ایسا پابند بنایا ہے کہ وہ اُس کے خلاف نہیں کر سکتا اور دوسری طرف اسے ایسا با اختیار بنایا ہے کہ وہ چاہے تو اِس زبان کے ساتھ خدا تعالیٰ کو بھی گالیاں دے لے یا چاہے تو اُس کی تسبیح و تحمید کرے۔

پھر وہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ 15 اے خدا! تُو مجھے صراطِ مستقیم دکھا دے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے صراطِ مستقیم مانگتے ہیں وہ صراطِ مستقیم کے لیے کوئی

کوشش بھی کرتے ہیں یا نہیں؟ یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ ہم خدا تعالیٰ سے صراطِ مستقیم تو مانگتے ہیں لیکن صراطِ مستقیم کے لیے کوشش نہیں کرتے۔ یہ تو منافقت کی علامت ہے کہ ہم چونتیس دفعہ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں صراطِ مستقیم دکھا لیکن ہمارا طریق یہ ہے کہ اگر ہمارا کوئی دوست ذرا سی بات بھی خدا اور اُس کے رسول کے خلاف ہمارے کان میں ڈالے تو ہم اُسے تسلیم کر لیتے ہیں اور خدا اور اُس کے رسول کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اِس کے معنے یہ ہیں کہ ہم روزانہ نماز میں کھڑے ہو کر تیس سے زیادہ دفعہ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے تو یہ ہیں کہ اے اللہ! تُو ہمیں صراطِ مستقیم بخش! لیکن عملاً ہم ٹیڑھا رستہ اختیار کر لیتے ہیں حالانکہ ہم خالی رستہ بھی نہیں مانگتے بلکہ کہتے ہیں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ 16 ہمیں نبیوں والی صراطِ مستقیم دکھا یعنی مانگتے تو یہ ہیں کہ ہمیں وہ طریق بتا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا، وہ رستہ بتا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اختیار کیا، وہ رستہ بتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا، جو حضرت زکریا علیہ السلام کا تھا، جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تھا، جو حضرت حزقیل علیہ السلام کا تھا، جو حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا تھا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا، جو حضرت نوح علیہ السلام کا تھا، جو حضرت آدم علیہ السلام کا تھا۔ گویا ہم کوئی چھوٹی بات نہیں مانگتے بلکہ سارے نبیوں کے کمالات مانگتے ہیں لیکن خود ایک منافق جتنا کام بھی نہیں کرتے۔ اِس کے معنے یہ ہیں کہ ہم اپنے منہ سے اپنے جھوٹا ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور جب ہم اپنے جھوٹا ہونے کا خود اقرار کرتے ہیں تو ہماری دُعا کیوں قبول ہو؟

پھر انسان کہتا ہے کہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ 17 کہ الٰہی! ہمیں یہودیوں جیسا نہ بنائیو، ہمیں عیسائیوں جیسا نہ بنائیو بلکہ ہمیشہ اُن لوگوں میں شامل رکھیو جو تیری رضا حاصل کر چکے ہیں۔ اگر ہم اخلاص سے یہ دُعا مانگیں تو یقیناً ہمیں خدا تعالیٰ قیامت تک عیسائیوں اور یہودیوں کے نقشِ قدم پر چلنے سے بچائے گا اور اسلام کی فتح کے نقارے دنیا میں بجنے لگ جائیں گے۔

اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اب احمدیوں کے ہاتھ سے کوئی اِکّا دُکّا مسلمان ہوتا ہے اور غیر احمدی اس سے بہت متأثر ہوتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس سے اسلام کا غلبہ نہیں ہوتا۔ غلبہ کے تو یہ معنے ہیں کہ اسلام اتنا پھیل جائے کہ دوسرے تمام مذاہب دب جائیں لیکن ابھی وہ بات پیدا نہیں ہوئی اور یہ نقص صرف اس لیے ہے کہ ہم سورۃ فاتحہ پورے اخلاص سے نہیں پڑھتے۔ اگر ہم سورۃ فاتحہ پورے

اخلاص سے پڑھیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسلام کو ایسا غلبہ عطا کر دے گا کہ دوسرے اَدیان اس کے مقابلہ میں بالکل بے حقیقت ہو جائیں گے اور جس طرح خدا تعالیٰ کی بادشاہت آسمان پر ہے ویسے ہی زمین پر بھی اُس کی بادشاہت آ جائے گی۔ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ نشانات کے لحاظ سے ہمارے لیے زمین پر بھی خدا تعالیٰ کی بادشاہت ہے مگر ہم تو چاہتے ہیں کہ ظاہری بادشاہت بھی خدا تعالیٰ کی ہو اور ظاہری بادشاہت اُسی وقت نظر آ سکتی ہے جب روس بھی مسلمان ہو جائے، امریکہ بھی مسلمان ہو جائے، برطانیہ بھی مسلمان ہو جائے، جرمنی بھی مسلمان ہو جائے، ہندوستان بھی مسلمان ہو جائے اور اِس طرح ظاہری اور باطنی دونوں بادشاہتیں مل کر کفر کو دنیا سے مِٹا ڈالیں"۔

(الفضل 11 جنوری 1959ء)

1: الحجر: 88 2: الفاتحة: 2 3: بنی اسرائیل: 21

4: الفاتحة: 3 5: الفاتحة: 4 6: یوسف: 93

7: بخاری کتاب المناقب باب علامات النُّبُوَّةِ فی الْاِسْلَامِ

8: السیرة الحلبیة جلد 3 صفحہ 97 مطبوعہ مصر 1936ء

9: السیرة الحلبیة جلد 3 صفحہ 89 مطبوعہ مصر 1936ء

10: سیرت ابن ھشام جلد 3 صفحہ 858، 859 مطبوعہ دمشق 2005ء۔

11: بخاری کتاب المغازی باب فَضْلُ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا

12: السیرة الحلبیة جلد 3 صفحہ 106، 107 مطبوعہ مصر 1935ء

13: الاستیعاب فی مَعْرِفة الاصحاب جلد 3 صفحہ 191 مطبوعہ بیروت 1995ء

14: الفاتحة: 5 15: الفاتحة: 6 16: الفاتحة: 7 17: الفاتحة: 7